قسط نمبر ۱

پردہ

ڈاکٹر جمیل واسطی

ہماری دنیوی ہزیمت کے بعد سب سے بڑی غلط فہمی جو اسلامی تمدن کے متعلق پیدا ہوئی، وہ اسلامی دنیا کی عورتوں سے روایتی سلوک کے متعلق تھی۔ مسلمانوں کی کم علمی کا احساس رکھتے ہوئے اور عیسویت کی تبلیغی کوشش کی امداد کی نیت سے مغربی مصنفین نے اسلام کے متعلق اس قسم کی غلط فہمیوں کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔

موجودہ زمانے میں ہماری سوسائٹی کا پردہ کو چھوڑنے کی طرف میلان اسلامی دنیا کی عظیم الشان ہزیمتوں کے بعد عناصر قوت کی غلط تشریح کے باعث شروع ہوا ہے۔ موجودہ حالات (۱) میں حکمرانوں کی نقل کی طرف میلان چنداں حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اسلامی حکومت کے اثر سے شمالی ہندوستان میں کئی غیر مسلم خاندانوں نے بھی پردہ شروع کر دیا تھا۔ جو آج تک کئی اعلیٰ ہندو گھرانوں میں قائم ہے۔ اندلسی خلافت کے زمانہ میں ہسپانوی عیسائی عربی لباس پہنتے تھے اور ہسپانوی سفید رو عورتیں ایسا غازہ استعمال کرتی تھیں، جس سے ان کے چہروں کا رنگ بھی حکمران عربوں کی عورتوں کے چہروں کے رنگ کی طرح خوشنما ہو جائے۔ اس نقل کے پیچھے حکمرانوں کی معاشرتی برابری مقصود ہوتی ہے۔ اگر موجودہ حکمران اقوام میں پردہ کا رواج ہوتا تو مسلمان پردہ چھوڑنے کی طرف ہرگز مائل نہ ہوتے اور وہ دلائل جو آج پردہ کے خلاف محض محکومانہ نقل کو باعزت بنانے کے لیے سوجھ رہے ہیں شاید خیال میں بھی نہ آتے۔ صدیوں مسلمان سلطنتوں میں محکوم بے پردہ اقوام آباد رہیں۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کو پردہ کے خلاف شدید مخالفت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور اگر ''عورتوں کی قید'' یعنی پردہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا باعث ہے تو انھوں نے بے پردہ قوموں کو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک کس طرح محکوم ومجبور بنائے رکھا؟

تیرہ سو سال تک مسلمان دنیا کی تاریخ سازی میں یورپ کے مدمقابل رہے ہیں۔ اگر موجودہ فاتح یورپ کے آتش انتقام سے دہکتے ہوئے دل میں ہماری تہذیب کی جانب غصہ وحقارت کا جذبہ ہو تو یہ باعث تعجب نہیں۔ دنیا میں کامیابی اعلیٰ ترین دلیل سمجھی جاتی ہے۔ مغلوب مورد حقارت ہوا کرتے ہیں۔ یہ حقارت جو ہماری روایات کے متعلق ظاہر کی جاتی ہے، ہمارے موجودہ سیاسی حالات کا نتیجہ ہے اور ان مذاہب کا ہتھیار ہے جو اسلام کی وسیع دنیا کو اپنی مادی وروحانی وراثت کی امید رکھتے ہیں۔ اظہار حقارت کو دوستانہ مشورہ خیال کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔ اسلام کے متعلق صریح غلط بیانیوں سے لبریز پروپیگنڈہ یورپ کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ ہمارے رسول مقبول ﷺ ہماری شریعت، ہمارے لباس ورسوم تک کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہم یورپ کی حقارت کو دلیل بنا کر آخر کس کس روایت کو

ترک کر دیں گے؟ یہ فاتحین کا دستور ہے کہ وہ محکوم اقوام کی معاشرت اور تہذیب وتمدن کا مذاق اڑائیں لیکن مفتوحین کا فرض ہے کہ وہ اپنے دماغی توازن کو سنبھالے رکھیں۔ اگر اپنے مذہب ومعاشرت کے خلاف اظہار حقارت کرنے میں بھی حریفوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو کسی دن ہماری قوم کا نام دنیا سے محو ہو جائے گا۔

غالباً اس جگہ یہ بیان کرنے کے چنداں ضرورت نہیں کہ نکاح، جائیداد اور زندگی کے دیگر معاملات میں اسلام نے عورت کو اس وقت سے حقوق عطا کیے ہوئے ہیں، جب کہ دوسرے مذاہب میں عورت کا درجہ غلام سے بد تر تھا۔ اسلام میں عورت مرد کی ملکیت نہیں ہے۔ مسلمان عورت اپنے خاوند کی طرح خدائے واحد کی عبادت کرتی ہے۔ اسے خاوند کو خدا سمجھ کر پوجنے کا حکم نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب میں ہے۔ نہ اس کو خاوند کی موت پر زندہ آگ میں جلا کر ستی کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اس کو مرد کی طرح اقتصادی ومعاشرتی ومذہبی وروحانی حقوق حاصل ہیں۔ انگلستان میں عورت کو جائیداد رکھنے کا حق صرف پچھلی صدی میں حاصل ہوا ہے۔

یونان، شام، ایران اور عرب میں اسلام سے قبل بھی پردے کا رواج تھا۔ ایرانی حرم میں تو ”پردہ اس قدر شدت سے تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جاسکتے تھے کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے“۔

اسلام سے پہلے بھی جہاں جہاں عورت کی عصمت وپاکیزگی کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہوئی پردہ کے اصولوں کو عمل میں لایا گیا۔ لیکن اسلام سے پہلے عورت کی پاکیزگی کچھ ایسی عام معاشرتی خصوصیت نہ تھی (۲)۔ یہ پردہ محض اس لیے رائج نہیں کیا گیا تھا کہ حوا کی بیٹی کو اس کی ماں کے گناہوں کی سزا دی جائے۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنی عصمت کی حفاظت کے لیے اپنے چہرے کو چھپالے۔ پردہ محض ذریعہ ہے، مقصد عصمت کی حفاظت ہے۔ اگر کوئی عورت اپنا منہ ڈھانپنا چاہے تو اس کو پوری آزادی ہونی چاہیے کہ وہ ڈھانپ لے۔ اس پر دوسری اقوام یا مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

اگر عصمت کوئی قابل قدر صفت نہیں ہے تو اس کی حفاظت بے معنی ہے۔ لیکن اگر عصمت واقعی ایسی صفت ہے کہ اس کی قدر کی جائے تو مناسب ہوگا کہ ہم ایسی اقوام کے جنسی حالات کا مطالعہ کریں جو پردہ نہیں کرتیں اور دیکھیں کہ بے پردگی میں عصمت کہاں تک محفوظ ہے؟ علمی تشریح کو محض جذباتی بیان پر ہمیشہ ترجیح دینی چاہیے۔

صرف انگلستان میں ناجائز اولاد کی پیدائش بتیس ہزار فی سال (۳) ہے۔ اگر ویلز، سکاٹ لینڈ، شمالی آئرلینڈ و جزائر کو بھی شامل کر دیا جائے تو تعداد تقریباً ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس ضمن میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

ا۔ ہر جنسی تعلق بچہ کی ولادت پر منتج نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ نصف صدی کی ازدواجی زندگی میں صرف چار پانچ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ امریکہ میں تیرہ فیصد شادی شدہ جوڑے بے اولاد ہوتے ہیں۔ فطرت میں تضیع تخم بہت زیادہ ہے لیکن باوجود اس کے جب ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد سرکاری کتب میں درج ہوئی ہے اور آپ اس سے ناجائز تعلقات کی تعداد کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۲۔ناجائز اولاد کو روکنے کے لیے آلات مانع الحمل لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہر سال استعمال ہوتے ہیں۔
۳۔شادی شدہ عورت کی اولاد ہمیشہ خاوند کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور ناجائز شمار نہیں ہوتی۔لہٰذا ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد غیر شادی شدہ و کنواری عورتوں کی اولاد کی ہے۔
۴۔کئی بچے پیدائش سے پہلے ہی ہلاک کردیئے جاتے ہیں اور بقول کارساندوس (دنیا کی آبدی،مطبوعہ آکسفورڈ) عمل انگلستان اور جرمنی میں بہت عام ہے۔

جب مندرجہ بالا چار باتوں کے باوجود انگلستان کے محکمہ پبلک ہیلتھ کے سرکاری کاغذات میں ساٹھ ہزار ناجائز بچے ہر سال درج ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یورپ کی معاشرت میں جنسی اخلاق کی کیا حالت ہے۔ظاہر ہے کہ یورپ کے جنسی تعلقات میں وہ سادگی نہیں جو شادی کو پردہ کی امداد سے حاصل ہوتی ہے۔یورپ میں جنسی تعلقات کی پیچیدگی جو مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کثیر الازدواجی اور پولی اینڈری دونوں ہی قسم کے جنسی تعلقات بیک وقت پیدا کردیتی ہے۔گو قانون اور مذہب کے خوف سے ظاہریت میں آبادی صرف شادی شدہ جوڑوں اور غیر شادی شدہ انسانوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔ان حالات میں تقریباً ہر مغربی عورت جھوٹ اور منافقت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے اور ان حالات میں مغربی مصنفین کا پردہ اور اسلام کی محدود کثیر الازدواجی پر زہر اگلنا اور اپنے ممالک کی معاشرتی حالت کو عمداً نظر انداز کرنا مسلمانوں کو جان بوجھ کر بے وقوف بنانے کے مترادف ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ ان معاملات میں مشرق و مغرب کے عقیدے میں فرق ہے۔عیسائیت مرد اور عورت کی عصمت پر تقریباً اتنا ہی زور دیتی ہے جتنا کہ اسلام۔مغرب کے لاکھوں کلیساؤں میں عیسائیت کی لاکھوں مجلسوں میں جنسی پاکیزگی کی تلقین ہوتی ہے۔خدمت خلق کی انجمنیں،اسکول،یونی ورسٹیاں اور حکومتیں سب اس امر کی ضرورت پبلک کو یاد دلاتی رہتی (۴) ہیں۔کیوں کہ ایک قوم کی دنیوی و روحانی فلاح و بہبود کے لیے ایماندارانہ شادی،ازدواجی وفاداری اور جنسی ضبط نہایت ضروری امور ہیں اور مغربی لوگ ان اصولوں کی قدر و قیمت سے آشنا ہیں۔لیکن وہ اپنے آپ کو پردہ پر آمادہ نہیں کرسکتے اور حالانکہ یہ ان کے پرانے فاتحین مسلمانوں کی روایت ہے۔لہٰذا قابل نفرین و حقارت ہے۔

ڈاکٹر برگ (۵) ڈورفر کی تحقیقات کے مطابق برلن میں دانستہ اسقاط الحمل کی تعداد اور جائز و ناجائز پیدائش میں ایک سو تین اور سو کی نسبت ہے۔ڈاکٹر لاوری اپنی کتاب ہر سیلف (مطبوعہ فاربس اینڈ کمپنی) میں قبل از پیدائش بچوں کے قتل کی تعداد ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پندرہ لاکھ فی سال بتاتی ہیں۔باوجود اس کے کہ ڈاکٹر ریمنڈل پرل کے اعداد و شمار کے مطابق آلات مانع الحمل کا استعمال اسی ملک کی سفید عورتوں کے غریب طبقوں کے مقابلے میں ۳۲٫۷ فیصد سے بڑھ کر متمول طبقوں میں ۸٫۳ ۷ تک پہنچ جاتا ہے۔پیرس کی سورن بون یونی ورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر لاکاسائن کے حساب سے فرانس میں ہر سال ساڑھے آٹھ لاکھ (۸۵۰،۰۰۰) جائز و ناجائز پیدائشوں کے مقابلے میں پانچ لاکھ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل (Criminal Abortion) سے ضائع کیے جاتے ہیں۔برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن

کی ایک کمیٹی نے جوان معاملات کی تفتیش کے لیے قائم کی گئی تھی ۱۹۳۶ء میں اپنی رپورٹ مرتب کی، جس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ تمام جائز وناجائز پیدائشوں کی تعداد کے تقریباً بیس فیصد کے برابر تعداد کو مجرمانہ اسقاط الحمل سے برباد کردیا جاتا ہے۔ناروے وسویڈن کے صحت کے محکموں کی کمیٹیاں تقریباً انہی نتائج پر پہنچی ہیں۔ڈاکٹر ایڈن نے سویڈن میں اس قسم کے معاملات پر تفتیش کرکے دریافت کیا کہ ۱۹۳۰ء میں سویڈن میں جائز وناجائز پیدائشیں ۹۴۲۲۰ تھیں اور اسقاط الحمل کی تعداد جو اکثر مجرمانہ تھا ۱۰۴۴۵ تھی۔سویڈن کے ڈاکٹر ڈالبرگ کا خیال ہے کہ لوگ عام طور پر ناجائز اولاد کی ایک تہائی کو اسقاط الحمل کے ذریعے ضائع کردیتے ہیں۔

غرض یورپ میں شادی ایک کامیاب ادارہ نہیں ہے اور اپنے مقاصد یعنی عورت اور مرد کو تمام عمر آپس میں وفادار رکھنے اور غیر شادی شدہ عورت کی عصمت کو محفوظ رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی، بلکہ شادی کی تقدیس اور عصمت کی منافقت کو قائم رکھنے کے لیے لاکھوں بے گناہ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل کے ذریعے ضائع کردیئے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ آلات مانع الحمل بھی بکثرت مستعمل ہیں۔یورپ کی آبادی کے بتدریج تنزل کی ایک وجہ یہ جنسی حالات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی آبادی کو گھٹتا ہوا دیکھ کر کئی یورپی سیاستدان شادی اور عصمت کے متعلق قدیم رویہ کو بالکل تبدیل کردینے کے حق میں ہیں۔ مذہبی ہدایت اور سیاسی وقومی ضرورت کے باوجود یورپ میں پردے کے بغیر شادی کی تقدیس اور عصمت محفوظ نہیں۔جو حضرات پردہ کے مخالف ہیں ان کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ یورپ کے جنسی حالات کی علمی تفتیش کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچیں۔روایات کی یاد شاید ایک نسل کو نیک اور شریف رکھے۔لیکن دوسری تیسری نسل میں یہی یورپی حالات ہماری معاشرت کا دائمی حصہ بن جائیں گے۔اسلام کوئی جادو منتر نہیں کہ بلا محکم یقین اور مناسب عمل کے اخلاقی بلندی کا ضامن رہے۔جن ممالک نے موجودہ زمانے میں پردہ ترک کیا ہے، ان کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ان ملکوں میں عورت سے پردہ کرسکنے کی آزادی قانوناً چھن چکی ہے۔نتیجہ یہ کہ جو خرابیاں اس سے پہلے آبادی کے ایک حصہ تک مخصوص تھیں اب عام ہو چکی ہیں۔

پردے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پردے کی صورت میں آزاد محبت کی اجازت نہیں ہوتی۔مندرجہ بالا ناجائز اولاد اور مجرمانہ اسقاط الحمل کے اعداد وشمار اسی آزاد محبت کا نتیجہ ہیں۔لوگوں کا خیال ہے کہ حالات پہلے سے زیادہ خراب ہوگئے ہیں لیکن ناجائز اولاد کے ان اعداد وشمار سے جو ہیرلڈ کاکس نے اپنی کتاب ''پرابلم آف پاپولیشن'' یعنی ''مسئلہ آبادی'' میں درج کیے ہیں، صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعداد صرف انگلستان میں پچھلی صدی کے نصف حصے میں تقریباً چھیالیس ہزار فی سال تھی۔یعنی تمام برطانیہ میں کوئی نوے ہزار ہوگی۔اس بڑی تعداد کی کچھ وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ اس وقت عیسائی مذہب کی زبردست مخالفت کی وجہ سے طلاق کا اسلامی قانون انگلستان میں ابھی نافذ نہیں ہوا تھا۔

مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ مغرب میں عورت پردہ کی پابندیوں سے آزاد ضرور ہے مگر خوش نہیں ہے۔اس کو جنسی تعلقات میں وہ استقلال نصیب نہیں ہے جو مسلمان پردہ دار بیوی اپنے خاوند کے دل پر اعتبار جما کر حاصل کرلیتی

ہے۔مغربی معاشرت میں پردہ رائج نہ ہونے کی وجہ سے عورت سوسائٹی میں نمائش کی غرض سے انتخاب کی جاتی ہے۔ سن اخلاق وسیرت ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز شادی کے بعد بھی بے پردہ سوسائٹی میں عورت کا مقابلہ عورت سے اور مرد کا مقابلہ مرد سے قائم رہتا ہے۔ ہر شکل وصورت کے مرد وعورت کو جو اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کرنے کے امکانات اسلامی معاشرت میں پردہ کی وجہ سے حاصل ہیں شاید کسی اور معاشرت میں میسر نہیں۔

یہ چنداں حیرت کی بات نہیں ہے کہ دنیا میں کسی قوم میں اتنی کامیاب شادیاں نہیں ہوتیں جتنی کہ مسلمانوں میں۔ کیوں کہ مسلمانوں کی پردہ دار معاشرت میں جنسی محبت اسلامی نکاح کے مقدس ماحول میں شروع ہوتی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لیے یہ بات جذباتی تعصب نہیں۔ غالباً یہ بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اخباری بیانات کے مطابق انگلستان میں ہر وقت پندرہ ہزار سے پچیس ہزار تک طلاق کے مقدمات عدالتوں میں معلق رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر مقدمات خاوند اور بیوی کی جنسی بے وفائی کی بناء پر دائر کیے جاتے ہیں۔ جج لنڈ سے کی کتاب ''ریوولٹ آف ماڈرن یوتھ'' یعنی ''بغاوت شباب'' کے مطابق ہر سال امریکہ میں اتنی ہی طلاقیں ہوتی ہیں جتنی شادیاں اور یہ ان لاکھوں ''علیحدگیوں'' کے علاوہ ہیں جو قانونی صورت اختیار نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ آزاد عشقیہ شادیاں، ازدواجی وفاداری، محبت اور استقلال کی ضامن نہیں بن سکتیں۔ جب حسن یا جذبہ عشق ہی نکاح وشادی کی بنیاد ہو تو حسن کے تغیر یا جذبہ عشق کے بدل جانے کے بعد وفاداری کی کوئی اور وجہ باقی نہیں رہتی۔ ہر انسان کا عشق کے قابل ہونا محض جذباتی گفتگو ہے اور دائمی عشق بہت نادر واقعہ ہے۔ خود ان شعرا کی زندگیاں جنھوں نے مغربی ادب میں دائمی محبت کے گیتوں اور افسانوں کا اضافہ کیا ہے۔ مختلف عورتوں سے بدعہدی اور دیگر جنسی جرائم کی تاریخیں ہیں۔ مشرقی روایات کے مطابق ایسے جذبے کے لیے جس کا نتیجہ معاشرہ میں مغرب کی طرح جنسی بدنظمی، جنسی امراض، بڑی تعداد میں اسقاط الحمل اور بے انتہا طلاقیں ہوں ''عشق'' اور ''محبت'' کے مقدس الفاظ استعمال نہیں کیے جاسکتے۔ مغربی ''آزاد عشق'' یا ''آزاد محبت'' میں آزادی بمعنی خوش وقتی، دروغ گوئی یا غیر ذمہ دار فلرٹیشن کے ہوتی ہے۔ جس کا اکثر نتیجہ بلا نکاح جنسی تجربہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مغربی معاشرت کی حالت سے ظاہر ہے۔ مشرق میں ایسے جذبے کو عشق یا محبت کہنا مذاق سا معلوم ہوتا ہے۔ مشرق میں شاید سے ''آزاد ہوس پرستی'' کہنا زیادہ مناسب ہو۔ نیز بے پردہ معاشرت میں جہاں ایک سوسائٹی کے اندر ہر انسان ایک دسرے کو دیکھ اور مل سکتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ جس کے لیے ایک انسان کے دل میں جذبہ محبت پیدا ہو وہ کسی دسرے کے عشق میں گرفتار ہو۔ ان حالات میں عشق محض جنسی بدنظمی کا جواز بن سکتا ہے۔ لہٰذا شادی کی بقاء کے لیے حساس فرض کے علاوہ عورت کی عفت اور مرد اور عورت کے میل جول کی مناسب تنظیم لازم ترین شرائط ہیں اور یہ اسلامی کاح اور پردے سے بمقابلہ کسی اور ذریعے کے بطرز احسن پوری ہو سکتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ پردے کی رکاوٹ خواہش کو بھڑکاتی ہے اور اس طرح بدی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ مگر کیا لوگ اس لیے ـم کرتے ہیں کہ جرائم کی روک تھام کی جائے؟ کیا جرائم کے خلاف تمام رکاوٹی قوانین کی تنسیخ قومی زندگی کو جرائم سے

پاک کردے گی؟ امریکہ میں شراب خوری کے خلاف تمام قانونی بندش کے ختم ہونے کے بعد شراب خوری میں اندھادھند اضافہ ہورہا ہے۔ ساغرومینا کی الماری کھول دینا توبہ شکنی کا بندوبست کرنا ہے۔ محض گفتگو کی رونق کے لیے معقولیت کو قربان کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

حریفوں کا اعتراض ہے کہ مسلمان ضمیر پر اعتماد نہیں کرتے۔ محض جبر پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جس میں قوانین تعزیرات اور دوسرے قوانین رائج نہ ہوں۔ مہذب ممالک میں ادنیٰ اشیاء کی چوری کے معاملے میں قوانین، پارلیمنٹ، عدالتوں، سپاہیوں، ہتھکڑیوں اور قید خانوں کی ضرورت محسوس کیے جانے سے صاف عیاں ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی محض ضمیر پر مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور انسانی ضمیر قانون وتعزیر کی امداد کا محتاج ہے۔ پردہ ضمیر کی امداد ہے، ضمیر کا بدل نہیں ہے۔ جس طرح قتل کے خلاف قوانین کی موجودگی میں تمام قتل بالکل بند نہیں ہوجاتے لیکن اس بہانے سے قتل کے خلاف تمام قوانین کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح پردہ کا مکمل سو فیصد کامیاب نہ ہوسکنا اس کے منسوخ کردینے کے حق میں دلیل نہیں ہے۔

بے پردہ معاشرت میں مخلوط جنسی تعلقات نہ صرف اخلاقی پہلو رکھتے ہیں بلکہ نسل انسانی کے لیے دیگر قبیح اثرات بھی پیدا کرتے ہیں۔ امریکہ کے ڈاکٹر بیکر ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں آتشک زدہ لوگوں کی تعداد تیس لاکھ بتاتے ہیں جو صحت یابیوں کے باوجود ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ ڈاکٹر ٹامس پران کے مطابق اس میں سے صرف پچیس فیصد مرض پیشہ ور عورتوں کی وجہ سے پھیلا ہوا ہے۔ باقی پچھتر فیصد مرض کی ذمہ دار نام نہاد شریف خواتین ہیں۔ ''مین ہڈ اینڈ میرج'' یعنی ''شباب وشادی'' (مصنفہ میک فیڈن۔ امریکہ) میں تیس سال کی عمر کے مردوں میں سے پچھتر اور نوے فیصد کے درمیان تعداد اس مرض کا شکار بتائی گئی ہے۔ اسی مستند کتاب میں ریاست ہائے امریکہ میں تمام امراض پوشیدہ کے مریضوں کی تعداد ایک نسل کی کل آبادی کا نوے فیصد درج ہے۔ ڈاکٹر ولیم سن کے مطابق انگلستان کی نصف آبادی اسی قسم کے امراض قبیحہ کا شکار ہے۔ فرانس میں پانچ لاکھ بچے ایک سال کی عمر کے اندر اندر اس لیے ضائع ہوجاتے ہیں کیوں کہ ان کے والدین جنسی امراض قبیحہ کے شکار تھے۔ ''مائن کامف'' میں ہٹلر جرمن نسل کی اس غارت گری کی طرف دردناک اشارات کرتا ہے جو بداخلاقی اور امراض جنسی کے ہاتھوں ہورہی ہے(۶)۔

ظاہر ہے کہ امریکہ اور یورپ کے مصنفین ومبلغین جو عام طور پر اپنے ممالک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں، جب مسلمانوں کو پردہ کے متعلق شرمسار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقصد محض خدمت ودوستی نہیں ہوسکتا۔ اگر مسلمان اپنی روایتی اخلاقی پاکیزگی اور جنسی صحت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے پردہ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ بے پردہ سوسائٹی کو پردہ کے محاسن سے آگاہ کرنا بہترین خدمت خلق ہے۔ فضول غیر علمی بحثوں کے بجائے اصل حالات کے صحیح مطالعہ سے ہی ہم درست نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔ محض جذبات تمام بحث میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو اپنی حدت سے منور کرسکتے ہیں۔

چند حضرات نے ایک نئی اصطلاح ''اسلامی پردہ'' ایجاد کی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر عورتیں ہاتھ اور منہ ننگا رکھیں تو اسے بھی ''پردہ'' تصور کر لینا چاہیے۔ جس حدیث سے یہ جواز حاصل کیا جاتا ہے اس میں محرم و نامحرم کی تخصیص نہیں ہے۔ یعنی محرموں کے سامنے بھی اس سے زیادہ حصہ جسم ننگا کرنا مناسب (۷) نہیں۔ یہ اشارہ اس پردہ پر نہیں ہے جو صرف نامحروں سے واجب ہے اور آنکھیں نیچے رکھنے کے حکم کی تعمیل عورت پر پردہ کے اندر بھی واجب ہے۔ مناسب یہی ہے کہ عورت جب نامحرم مرد سے دوچار ہو تو برقعہ کے اندر بھی آنکھیں نیچی کرے۔ مگر کیوں کہ اس مضمون میں اسلامی روایات کو صرف دلائل عقلی و علمی پر ہی مبنی کیا ہے۔ اس (۸) لیے اس جگہ یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ یہ نام نہاد ''اسلامی پرہ'' چنداں کارگر ثابت نہیں ہوا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں سردی اس قدر ہے کہ تمام عورتیں سوائے چہرے کے باقی جسم کو ڈھانپے رہتی ہیں۔ لیکن متذکرہ بالا اخلاقی گلکاریاں اس قسم کے ''اسلامی پردے'' کے باوجود ظہور میں آتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ لفظ ''پردہ'' جب تک اپنی تعریف میں چہرہ اور تمام زینتوں کو چھپانا شامل نہ کرے، اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا اور جہاں تک مجھے علم ہے گو یہ امر بحث سے قریبی تعلق نہیں رکھتا تمام اسلامی تاریخ میں حکماء و شرفاء و عوام پردہ میں چہرہ چھپانے کو شامل سمجھتے رہے ہیں۔ اگر جنگ حدیبیہ میں مسلمان عورتوں نے بے پردہ ہو کر کفار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی تو یہ پردہ ترک کرنے کا جواز نہیں کیوں کہ جنگ میں تو قتل کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔

پردہ کے متعلق جو بحث اوپر گذر چکی ہے اس سے ظاہر ہے کہ سوال پردہ یا بے پردگی کا نہیں بلکہ پردہ یا زنا کا ہے۔ اور زنا قرآن کریم کے ممنوعات میں سے ہونے کے علاوہ انسانوں کو اخلاقی و جسمانی لعنتوں کا شکار بناتا ہے اور نسل انسانی کا قاطع ہے۔ آبادی کے بڑھنے کے جو اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے ہیں، ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے پردہ نسلوں کی آبادی دن بدن کم ہو رہی ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ کو اقتصادی تغیرات پیچیدہ بنا دیتے ہیں پھر بھی عام طور پر یہ امر قابل ثبوت ہے۔

جو اعداد و شمار ذیل میں بیان کر رہا ہوں، یہ کارساندرس کی کتاب ''دی ورلڈ پاپولیشن'' (The World Population) یعنی ''آبادئ دنیا'' (مطبوعہ آکسفورڈ) سے ماخوذ ہیں۔

نام	موجودہ آبادی ۱۹۳۵ء	آئندہ آبادی	کس فاضل کا اندازہ ہے
برطانیہ	۴۰ملین	۲۰۳۵ء میں صرف ۱۹ملین رہ جائیگی	چارلس
سکاٹ لینڈ	۴ملین	۲۰۳۵ء میں تقریباً ایک ملین رہ جائیگی	چارلس
فرانس	۴۱ملین	۱۹۷۵ء میں صرف ۳۰ملین رہ جائیگی	سووے
جرمنی	۶۵ملین	۲۰۰۰ء میں صرف ۴۶ملین رہ جائیگی	کاہن اور برگ ڈورفر

(جاری ہے۔)

(حواشی)

(۱) یہ مقالہ پہلی دفعہ جب پڑھا گیا، اس وقت اکثر مسلمان سیاسی طور پر یورپ کے ماتحت تھے۔ اس مقالے میں بہت سے اضافے بعد میں یورپ میں کیے گئے۔

(۲) پڑھیے Burgo Partridge, a history of orgies (1958) ۱۹۷۰ء

(۳) R.S.Morton: Venereal Diseases مطبوعہ ۱۹۶۶ء کے صفحہ نمبر ۱۱۳ پر ۱۹۶۳ء میں صرف انگلستان اور ویلز میں ناجائز بچوں کی تعداد انسٹھ ہزار درج ہے یعنی اسکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ کو ملا کر تقریباً اسی ہزار ہوگی۔

(۴) انقلاب روس کے ایام اوائل میں کمیونسٹ حکومت نے تمام ملک میں آزاد جنسیت رائج کر دی تھی۔ مگر تجربے نے بہت سے خیالی نظریے بدل دیے ہیں۔ Lundberg & Farnham (Modern Women) کے مطابق ۱۹۳۶ء سے ''روسی پروپیگنڈہ خاندانی منظم زندگی کے حق میں اتنا ہی تیز ہے جتنا رومن کیتھولک عیسائیوں کا''۔

(۵) Carr Saunders: The World Population

(۶) اسی لیے ہٹلر نے عورتوں کو گھر سے باہر کے دفتری اور تجارتی کام چھوڑ کر گھروں میں واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ اسی لیے مسولینی کے فاسستی پیروؤں کے نزدیک بچے، باورچی خانہ اور کلیسا عورت کے لیے مکمل اور مناسب دلچسپی کا باعث ہونے چاہئیں۔

(۷) حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت سے آئی تو نبی ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول ﷺ یہ تو میرا بھتیجا ہے (یعنی محرم ہے) حضور ﷺ نے فرمایا: جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے'' یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔ (''از پردہ'' مصنفہ ابواعلیٰ مودودی)

(۸) اس مسئلہ پر قرآن کریم و حدیث نبویؐ کے احکام کے لیے ''کشف التفات عن مسئلہ الحجاب'' (مصنفہ الحاج مولانا کریم بخش صاحب) مطالعہ فرمائیں۔

☆☆☆